Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

The Protest Scenario Of Zahida Hina'S Stories

زاہدہ حنا کے افسانوں کا احتجاجی منظرنامہ

Dr. Parveen Kallu
Associate Professor Urdu Department , Government College University Faisalabad
Dr. Saira Irshad
Assistant Professor, Urdu Department Government Sadiq College Women University Bahawalpur
Dr. Mutahir Shah
Assistant Professor Urdu Department Hazara University Mansehra

ABSTRACT

The protest attitude in Zahida Hina's short stories is a prominent characteristic of her intellectual and literary personality. Her stories present a conscious and sensitive response to social, political and cultural issues. She does not simply describe the problems of her era, but also registers an effective protest against them. Zahida Hina's stories clearly protest against the subjugation of women, domestic oppression, gender discrimination and social injustice. Her feminine characters emerge as symbols of consciousness and resistance despite their deprivations and suffering. She presents women not simply as oppressed but as sensitive and dignified human beings.Her stories show a strong reaction against political tyranny, dictatorship, violation of human rights and restrictions on expression of opinion. She portrays a society where the powerful class takes away the rights of the weak. Her protest is in favor of freedom, justice and human dignity. Zahida Hina has also made social exploitation, poverty, class differences and the problems of the deprived classes the subject of her stories. Her stories describe the problems of the life of the poor and weak classes with great compassion, which gives rise to a protest consciousness.Her stories also reflect the human devastation caused by war, terrorism and violence. She considers war a crime against humanity and promotes the values of peace, love and tolerance. She also criticizes the increasing materialism, moral decline and weakness of human relationships in modern society. Her stories highlight the feeling of human loneliness, identity crisis and spiritual emptiness, which is actually a form of protest against the current civilized situation.Key Words: Zahida Hina, Short stories, Subjugation of women, Domestic oppression, Gender

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

discrimination, Social injustice, Exploitation, Poverty, Class differences, Modern society.

زاہدہ حنا جدید اردو افسانے کی ایک نمائندہ آواز ہے۔انھوں نے اپنے افسانوں میں جدید دور کے مسائل کو بڑی چابک دستی کے ساتھ بیان کیا ہے۔اُن کی تاریخ پیدائش ۱۹۴۶ء اور جائے پیدائش صوبہ بہار کا شہر سہسرام ہے۔وہ روایتی تعلیم کی بجائے "مدرسہ حالی" اور "شعر العجم" پڑھی۔بعد میں ساتویں جماعت میں داخل کروادیا گیا۔چوں کہ یہ لوگ کراچی آچکے تھے اس لیے میٹرک یہی سے کیا۔گریجویشن کراچی یونیورسٹی سے کی۔۱۹۷۰ء میں مشہور شاعر جون ایلیا سے شادی ہوئی جو ۱۹۹۰ء کو علیحدگی پر منتج ہوئی۔ان کے مشہور افسانوی مجموعوں میں "قیدی سانس لیتا ہے"،"راہ میں اجل ہے"،"نہ جنوں رہا نہ پری رہی" اور "تتلیاں ڈھونڈنے والی" شامل ہیں۔ اس کے بعد ناول نگاری میں بھی نام پیدا کیا اور دو ناول لکھے۔ ٹی وی ڈرامے بھی لکھے ۔روزنامہ "جنگ" میں طویل عرصہ تک کالم بھی لکھتی رہیں۔

زاہدہ حنا کے ہاں حقیقت پسندی، خواب ناکی، بےنام تشنگی اور زندگی کے داخلی اور باطنی جذبوں کا اظہار بھرپور انداز میں بیان ہوا ہے۔ ان کے ہاں احتجاجی عورت کا ایک منفرد روپ ملتا ہے۔ جو باشعور اور ہر مقام پر مفاہمت نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عورت کو بھیڑ بکری کے روپ سے نکال کر ایک باشعور اور تعلیم یافتہ عورت کے روپ میں پیش کرتی ہیں۔ اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> "عورت ہونا کہانیاں لکھنا،اختلاف کرنا۔ یہ سب ہمارے معاشرے کی خرابیاں ہیں اور میں ان ہی کا مجموعہ ہوں، اس لیے بہت کم صحیح ہوں۔ میری لکھی ہوئی کہانیاں بھی اتنی ہی کم صحیح ہیں اور بےڈھب ہیں۔ مجھے اپنی بات میں کوئی خوش فہمی ہے اور نہ کوئی دعویٰ ہے۔جیسے سوئی کی نوک سے گوشت میں اری ہوئی پھانسی لگائی جاتی ہے اور پھر سکھ کا سانس لیا جاتا ہے،ویسے ہی میں نے اپنے ضمیر اور ضمیر میں چھپ ہوئی پھانسوں کو قلم کی نوک سے نکالا ہے اور ورق پر رکھ دیا ہے۔اب اگر آپ کو یہ چبھنے لگیں تو اس میں میرا کوئی دوش نہیں۔"(۱)

ان کے ہاں لمسیاتی افسانوں کے ساتھ نفسیاتی ،تانیثی اور نسائی مسائل بھی بھرپور انداز میں سامنے آتے ہیں۔ ان کے ہاں گہرے مطالعے اور مشاہدے کی تاثیر ملتی ہے۔اس سے ان کے افسانوں کا تاروپود بنتا ہے۔خصوصاً عورت کے حوالے سے ان کے ہاں ایک منفرد رویہ نظر آتا ہے۔ عورت کی سماجی حیثیت اور حقوقِ نسواں کے ضمن میں زاہدہ حنا کا قلم کمان کی طرح کام کرتا ہے اور ان کا تیر نشانے پر بیٹھتا ہے۔اس طرح معاشرے میں پائے جانے والے منفی ارو مثبت تبدیلیوں پر بھی ان کی نظر ہوتی ہے اور وہ ان سے مکمل اثرلیتی ہیں۔ اس طرح مثبت اور منفی رویے بھی ان کی نظر میں ہوتے ہیں۔ ان سارے مسائل پر وہ کھل کر لکھتی ہیں۔ عصرِ حاضر کے مسائل کے حوالے سے ان کے افسانوں میں ایک ایسا احتجاجی

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

رویہ ملتا ہے جس کا وہ برملا اظہار کرتی ہیں۔ان کا سیاسی ،سماجی اور معاشرتی شعور اس قدر بلند ہے کہ ان کے ہاں اقتدار کی پامالی کا ایک مکمل منظر نامہ ملتا ہے۔ وہ ان مسائل کو واضح انداز میں سامنے لاتی ہیں اور ان کے حل کے لیے سوالات سامنے لاتی ہیں۔دنیا کے مثبت اقتدار کی پامالی کے ضمن میں ان کا رویہ کافی سخت ہوتا ہے۔عورتوں پر جبر کے حوالے سے بات کرنی ہو تو وہ ایسے طنز کے تیز چلاتی ہیں کہ قاری چونک اٹھتا ہے۔وہ اس سلسلے میں ابہام و علائم کی بجائے بلا واسطہ بات کرتی ہیں اور ان سے گریز کرتی ہیں۔نام کا قلم سامراجی قوتوں کے خلاف اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ ڈٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ ان کی سامراجی اور غیر جمہوری قوتوں سے نفرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے فوجی ڈکٹیٹر مشرف کے ہاتھوں سرکاری اعزاز"پرائیڈ آف پرفارمنس"لینے سے بھی انکار کر دیا کہ یہ عوامی حکمران نہیں ہے اور نہ ہی عوامی امنگوں کا ترجمان ہے۔ اس سلسلے میں ان کے احتجاجی افسانوں میں "زیتون کی شاخ"، "تنہائی کی چاہ بابل"،"پانیوں میں سراب"،"تتلیاں ڈھونڈنے والی"اور"آنکھوں کے دید بان"وغیرہ شامل ہیں۔ان کے افسانے "زیتون کی شاخ"کو بعض بنیاد پرستوں اور تعصب پرستوں نے نظریہ پاکستان کے خلاف قرار دیا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ اس افسانے میں انھوں نے قرۃ العین حیدر پر کڑی تنقید کی۔یہی وجہ ہے کہ قرۃ العین حیدر نے"آگ کا دریا"سے بعض غیر ضروری مواد بھی خذف کیا۔ "زیتون کی شاخ"میں زاہدہ حنا نے ویت نام میں جنگ کے حوالے سے امریکہ کے کردار پر کڑی تنقید کی اور امن پسندوں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ان کے حوالے سے جیلانی کامران لکھتے ہیں :

> "زاہدہ کہانی لکھتی ہے اور بلاشبہ حیرت انگیز کہانیاں تخلیق کرتی ہے۔ کردار واقعات اور تجسس کے عناصر باہم مل کر زاہدہ کی کہانیوں کا روپ دھارتے ہیں۔ان کا تصور انتہائی طاقتور ہوتا ہے اور یہ کہانیاں پڑھنے والے کو مغلوب کر لیتی ہیں۔ موت بٹوارہ اور عورتوں کی حالتِ زار زیادہ تر کہانیوں کا مرکزی خیال ہیں۔ جنھیں تاریخ کی قوتیں ایک ایسے مقام پر دھکیل چکی ہیں کہ جہاں بالآخر موت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ زاہدہ حنا ثقافتی کہانیاں نہیں لکھتیں اور نہ ہی ان کی کہانیاں سماجی اور سیاسی ماحول کی عکاسی کرتی ہیں۔ حالانکہ جدید فکشن میں یہ انداز بہت مقبول ہے۔ اس کے افسانوں میں کئی ثقافتوں کا پرتُو نظر آتا ہے۔وہ اقلیتوں کی ثقافت کی شناوری کرتے ہوئے انہیں اپنی کہانیوں کا موضوع بناتی ہے اور ایک آوٹ سائیڈر کے طور پر ان کے مختلف ثقافتی گروہوں میں انسانیت کا جوہر تلاش کرتی ہیں۔"(۲)

یہی وجہ ہے کہ خواتین لکھاریوں میں زاہدہ حنا کا انداز سب سے الگ ہے۔اگرچہ ان کے افسانوں میں دیگر لکھنے والیوں کی طرح عشق و محبت کی بازیابی بھی باری باری بتائی جاتی ہے مگر ان کا عصری اشاریہ متاثر کُن ہے۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

زاہدہ حنا کے افسانے "کم کم بہت آرام سے ہے" میں افغانستان کے شہر قندہار اور کابل میں تعینات ایک خاتون ہندوستانی ڈاکٹر (جو کہ مرکزی کردار ہے) کے شب و روز کے احوالی واقعی درج ہیں۔ افسانہ ایک طویل بیانیہ خط کے پس منظر کو پیش کرتا ہے۔ "کم کم" نامی لیڈی ڈاکٹر اپنی دادی امان کا افغانستان میں امریکی مظالم کے حوالے سے بتاتی ہیں۔ اس وقت افغانستان اور انڈیا کے تعلقات خوش گوار تھے۔ اس سلسلے میں تاریخ سے بھی مدد لی گئی ہے اور افغانستان پر چنگیز خان کے حملوں کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ بعد میں افغانستان میں امریکہ کی مداخلت کو تاریخ کے اوراق سے کشید کیا گیا ہے۔ افغان طالبان اب بھی امریکہ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ کابل، قندھار اور دیگر شہروں پر امریکی حملوں کے بعد وہاں ہونے والی مالی اور جانی تباہیوں کے حوالے سے صورتِ حال واضح کی گئی ہے۔ اس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> "آپ نے مجھے بنگال کی بھک ماری کے کیسے کیسے بھیانک قصے سنائے ہیں۔ ایسی بھک مری کہ جب ماؤں نے دونوالے بھات کے لیے اپنے بچے بیچ دیئے تھے۔ بڑے نانا جی کے صندق کے سامنا کو دھوپ دکھاتے ہوئے ایک بار آپ نے اس کال سے مرنے والوں کی تصویر مجھے دکھائی تھیں۔ فٹ پاتھ پر مرتے ہوئے بچوں، عورتوں اور مردوں کی تصویریں۔ یوں جیسے شمشان گھاٹ میں مردے انتم سنسکار کے لیے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہوں۔ یہاں بھی دادی ماں بھوک کا راج ہے۔ میں نے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے ایسے ہزاروں بچے اور عورتیں دیکھیں جنہوں نے سینکڑوں میل کا سفر کیا اور پھر ریلیف کیمپوں سے چند میل کے فاصلے پر گر گئیں۔ ان میں چند قدم چلنے کی بھی سکت نہیں تھی۔ بچے اپنی حیرانی آنکھوں اور عورتیں اپنے پھٹے ہوئے جلکٹ، نیلے برقعوں کی جالیوں سے نیلے آسمان کی تکتی تھیں۔ اسی انتظار میں کہ موت آئے اور اپنے ساتھ بھوک، بیماری اور تھکن سے نجات کا نسخہ لائے۔ یہاں عورتوں کے ساتھ وہ کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ آپ کو لکھنے بیٹھوں تو جس کاغذ پر لکھوں گی وہ جل جائے گا۔" (۳)

ایک اور جگہ یوں اقتباس لیا گیا ہے:

> "کابل کی گلیوں میں دادی اماں مجھے آپ کے بچپن کا ہیرو تو کیا ملتا، اس کی بیٹی، اس کی نواسیاں اور پوتیاں بھی نہیں ملیں۔ ملتیں بھی کیسے کہ وہ سب گھر کال کوٹھڑیوں میں خاک ہو گئیں۔ اس کی کسی پڑپوتی، کسی پڑنواسی کی ہتھیلیاں بھی سنہ ہوں جن کے رنگین چھالے ان کے چاہنے والے باپ اپنے کلیجے سے لگا کر پھریں۔ میں نے ان لڑکیوں کی

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

کلائیوں کے گھاؤ سہے ہیں۔ یہاں ہزاروں لڑکیاں ایسی ہیں جن کی ہتھیلیوں کے
لیے اب کبھی عید اور شب برات نہیں آئے گی۔"(۴)

ساتھ ساتھ قحط بنگال کے حوالے سے بھی افسانہ نگار نے خامہ فرسائی کی ہے، جس سے خاندانوں کے خاندان متاثر ہوئے تھے۔ اس افسانے میں قحط بنگال اور افغانستان پر امریکی حملوں کے بعد کے کرب کا ذکر کر کے ان کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جنگ ہو یا قحط دونوں میں انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا ہے۔ اس مہذب دنیا کے سب سے بڑے ٹھیکے دار امریکہ کا اصل چہرہ افغانستان کی تباہی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ کیوں کہ جب بھی جنگ کے بادل آتے ہیں ہر طرف تباہی پھیلتی ہے۔ فادات شروع ہو جاتے ہیں۔ عوامی زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ عورتیں اپنی عصمت نیلام ہوتے دیکھتی ہیں اور پھر سمیری عہد سے لے کر موجودہ عہد تک کی تاریخی جنگوں کا ذکر ہوتا ہے۔ اقتباس دیکھیں:

"مستو میری جان۔ یہ ہم سمیری تھے جنھوں نے دن اور رات کے
۲۴ گھنٹوں میں اور گھنٹوں کو ۶۰ منٹ میں تقسیم کیا تھا۔ ہم تھے جنھوں
نے دنیا کو لکھنا سکھایا تھا۔ لالہ نے اسے ڈانٹ دیا، تو پھر ساری خط
تمہارے سگر داداؤں کی اور سگڑ دادیوں کی ہے۔ نہ تم نے لکھائی ایجاد کی
ہوتی، نہ میں ٹرانسلٹ بنتی۔ نہ تم لوگوں نے وقت کو گھنٹوں اور
منٹوں میں تقسیم کیا ہوتا، نہ انسان ان شفقتوں سے گزرتا جن سے
گزرتا ہے۔ خاموس اختر بندی۔۔۔ یہ ہم تھے جنہوں نے کمہار کا
چاک، ایجاد کیے تھے، شہرا بتوا ٹھاکر اسے دیکھتی۔ تو پھر کیوں
جنگوں کو، ہلاکو کے لشکر اور امریکی فوجوں کو روتی ہو۔ ساری گڑبڑ تمہارے
سمیری باپ داداؤں کی ہے۔ رتھوں پر چڑھتی ہوئی منجنیقیں، جنھوں نے
بغداد کی فصیلوں پر آگ برسائی اور یہ آرمڈ کاریں، توپیں اور ٹینک
جن میں چار، اٹھ اور سولہ پہیے ہیں، کیا ظلم کیا سمیریوں نے۔ نہ
پہیہ ایجاد ہوتا نہ منجنیقیں، ٹینک اور بمبار طیارے وجود میں
آتے۔ وہ بات کو ٹال جاتی۔ ہمارے سارگوں اول کی فوجوں نے دور دور
تک دھاوا کیا۔ فتح پر فتح حاصل کی تو اس فتح کا اعلان
اس نے خلیج فارس میں اپنے ہتھیار دھو کر کیا تھا۔ شہر کی
آواز میں کیسی تمکنت اور طنازی تھی۔ وہ جنگ کے خلاف تھے لیکن
جب اپنے لوگوں کی فتوحات کا ذکر کرتی تو اتنے لگتی۔ فتح کے سامنے
انسان کیسے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں۔"(۵)

اوپر کے اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زاہدہ حنا کے موضوعات عالمگیر سطح کے ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا اقتباس ان کے ان کے افسانے "جاگے نہیں خواب میں" سے لیا گیا ہے۔ جہاں امریکہ نے عراق کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ ساتھ ساتھ اس عالمی سورما نے وہاں کے عوام پر جو ظلم و ستم کیا ہے اس کے

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

ایک ایک لمحے کی افسانہ نگار نے عکاسی کی ہے۔ عراق کے مشہور تاریخی و تہذیبی شہر بغداد کی ثقافتی بربادی کا نوحہ بھی بیان کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ شہر اسلامی مملکتوں کی تہذیبوں کا میراث تھا۔ یہ فارسی اسلامی روایت کا امین شہر تھا۔ ساتھ ساتھ انسانی تہذیب و ثقافت کا عظیم گہوارہ تھا۔ اس شہر میں سمیری تہذیب پروان چڑھی۔ اس حوالے سے سمیری عہد وسطیٰ اور عہد جدید کے حوالے سے یہ افسانہ ایک تہذیبی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح کہانی میں صدیوں کی خوابیدگی اور نیم خوبیدگی کے ماحول کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اس کہانی میں ماضی اور حال کے درمیان جھولتی ہوئی تہذیبی اقدار کو سامنے لایا گیا ہے۔ بغداد پر امریکی ظلم و ستم کی کہانیاں بھی اس افسانے میں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں وہ انسانی ظلم و ستم کی داستانیں بھی ہمیں سناتی ہیں۔ مثلاً یہ اقتباس دیکھیں:

> "انہیں نہیں معلوم تھا کہ کچھ دیر میں نوچندی جمعرات کا چاند ڈوب جائے گا اور اس کے ساتھ عراقیوں کے مقدر کا ستارہ بھی غروب ہو جائے گا۔ نوروز سے ایک دن پہلے ۲۰ مارچ کو جب فجر کی آذان ہو رہی ہو گی شہر کے بدن پر پہلے میزائل کا زخم لگے گا اور اس کے ساتھ ہی سب لوگ جیسے نیند سے چونک جائیں گے۔ وہ جو کچھ سمجھ رہے تھے کہ حملہ نہیں ہو گا ان کی تمام خوش فہمیاں دجلہ کے پانیوں میں بتاشے کی طرح گھل جائیں گی۔ اور پھر۔۔۔ محل، وزارت اسلحہ کی عمارت اور دوسری عمارتیں سوکھی لکڑیوں کی طرح جلیں گی اور ان کے قریب سے گزرتے ہوئے عراقیوں کی ہمت نہ ہو گی کہ وہ ان عمارتوں کی جلی ہوئی لاشیں دیکھیں جو صرف چند دن پہلے طاقت و جبروت کی نشانیاں تھیں۔ امریکی پاپ کارن کے شوقین، انہوں نے بغداد کو پاپ کارن مشین بنا دیا جس میں عراقیوں کو، بھنے دانوں کی طرح بھون رہے ہیں۔ یہیں کہیں آتش نمرود دہکائی گئی تھی لیکن آتش نمرود ہر زمانے اور ہر زمین میں دہکائی گئی، ہیروشیما اور ناگاساکی، مائی لائی اور تورا بورا، بغداد اور بصرہ۔ آتش نمرود کا امریکن وژن، نمرود نے یہ سارا اہتمام اکیلے ابراہیم کے لیے کیا تھا۔ یہاں تو لاکھوں اور ہزاروں لوگ آتش نمرود کے امریکی وژن کا ایندھن۔ امریکی سپاہیوں نے رائفل کی سنگینوں اور اپنے چاقوؤں کو بابل کے کھنڈرات میں مہارت سے استعمال کیا۔ وہ اینٹیں کالے بازار میں سونے کے مول بیچنے کے لیے چرائی گئیں۔ جن پر ہزاروں برس پہلے یہ کندہ کیا گیا تھا کہ میں ہوں بندہ کروفر۔"(۶)

کسی بھی واقعہ کو قدیم تہذیبی حوالوں سے پرکھنا ایک ایسے فکشن نگار کا کام ہے جو اس حوالے سے مکمل معلومات اور تاریخی

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

حوالے پر کھنا جانتا ہو۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کا یہی تاریخی حوالہ انھیں ایک اہم افسانہ نگار بناتا ہے۔ وہ کسی بھی موجودہ تہذیبی واقعے کو صدیوں پہلے بیان کیے گئے واقعات کے ساتھ جوڑتی ہیں اور اپنے احتجاجی رویے سامنے لاتی ہیں۔ ان کے ہاں اس وجہ سے تاریخی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ وہ ماضی کی روشن تابناکی کو سامنے لا کر کہانیاں تخلیق کرتی ہیں۔ وہ تہذیب سے مکالمہ کرتی ہیں اور تاریخی وراثت کو اپنے افسانوں میں جگہ دیتی ہیں۔ وہ اپنے افسانے "تنہائی کا چاہ کے واقعے کی آڑ میں امریکی مفادات اور یورپ کی حیلہ سازیوں سے پردہ اٹھاتی ہیں۔ اس 11/9 بابل" میں میں ایک مرکزی کردار سمیر شموئل ہے جو یہودی ہے اور امریکہ میں محنت مزدوری کرتا ہے۔ بعد ازاں کے واقعے کے بعد مختلف لوگوں کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے تو پولیس اسے القاعدہ کے ساتھ تعلقات رکھنے کی 11/9 بنیاد پر شک کی بنیاد پر گرفتار کرتی ہے۔ بعد میں ٹریجڈی ہو جاتی ہے کہ کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں ہوتا۔ اس تاریخی اور تہذیبی کہانی کو ناول سے افسانے کے روپ میں ڈھالا گیا ہے۔ یہ ایک طویل افسانہ ہے جس میں تنہائی، ہجرت اور داخلی کرب کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کیوں کہ "چاہ بابل" ایک تاریخی ناول تھا جس میں ریاست کے خلاف بغاوت کرنے والے قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ جس میں وہ گھل گھل کر مرتے تھے اور یوں ان کی موت کا کسی کو پتا نہ چلتا۔ اس کا مرکزی کردار بھی اپنے ماضی اور حال کے درمیان الجھا ہوا ہے اور ناکردہ غلطیوں کی سزا کاٹ رہا ہے۔ اس پر تنہائی غالب رہتی ہے اور یوں وہ بے یار و مددگار پڑا ہے، اس حوالے سے ایک اقتباس یوں درج ہے:

> "ماضی کی یادیں اس کے لیے ایک ایسے کنویں (چاہ) کی مانند ہیں جس میں جھانکنے سے وہ خود کو مزید گہرائی میں ڈوبتا ہوا محسوس کرتا ہے، اور واپسی کا راستہ دھندلا جاتا ہے۔"(۷)

اسی طرح ایک اور جگہ اس کے احساسات کی ترجمانی یوں کی گئی ہے:

> "کردار کی تنہائی اس قدر شدید ہے کہ وہ اپنے اردگرد موجود لوگوں کے باوجود خود کو اجنبی محسوس کرتا ہے، جیسے وہ کسی ایسی دنیا میں کھڑا ہو جہاں اس کی آواز کوئی نہیں سنتا۔"(۸)

اس افسانے سے معلوم ہوتا ہے کہ زاہدہ حنا نے امریکی ظلم اور بربریت کے حوالے سے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔ زاہدہ حنا کے ہاں ایسے افسانے پائے جاتے ہیں جن میں تاریخ اور تہذیب کے پرتوں کے کھول کر بیان کیا گیا ہے اور سیاست کے مکروہ چہروں کو سامنے لایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا افسانہ "ڈھونڈ پھری چاروں دھام" ایک وسیع کینوس پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں انھوں نے ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے کی کوشش کی ہے۔ موجودہ دور کی سیاست کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے گزرتا ہوا یہ افسانہ ان کے وسیع تر معلوماتی بیانیے کی عکاسی کرتا ہے۔ سیاسی تنگ نظری سے مملو یہ افسانہ بھی انگریز سرکار کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی شاطرانہ چالوں سے باخبر کراتا ہے جب ساتھ سمندر پار کے تاجر برصغیر کی دولت پر نظریں جمائے بیٹھے تھے وہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ ان کے عزائم بڑے ہی خطرناک تھے۔ اس افسانے میں اس دور کی عکاسی کی گئی ہے جب میسور کی سلطنت خداداد ایک طرف سے انگریزوں اور دوسری طرف سے میر نظام علی اور مرہٹوں کے نرغے میں تھی۔ جب شیر میسور کی دھاڑ سے یہ تینوں بزدل دشمن کانپ رہے تھے۔ اسی

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

اشنا میں انگریزوں نے اپنی شاطرانہ چالوں سے میسور کے سپہ سالار میر صادق کو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ یوں ایسٹ انڈیا کمپنی کے راستے کا آخری کانٹا انتہائی دلیری سے میدانِ جنگ میں شہید ہو گیا اور یوں انگریزوں کے سامنے برصغیر کی آخری فصیل بھی نہ رہی۔ اس تہذیبی و تاریخی پس منظر کا حامل یہ افسانہ ہمیں بہت کچھ یاد دلاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے تہذیبی حوالوں کو ذہن میں رکھ کر ایک بہانہ بنایا گیا ۔اقتباس ملاحظہ ہو:

"لندن اور پیرس۔۔۔گوکل اور برنڈاین تھے۔ جرمنی کے کنسٹرکیشن کیمپ چاروں دھام تھے اور وہ دیئے کی لو کی طرح تڑپتی ہوئی آزادی کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ تلاش کا اپنا رنگ اپنا نام۔۔۔اس سمے چاروں دھام تھے۔ تلاش چاروں کھونٹ تھی۔ سجاتا کی آنکھیں نم ہو گئیں، آزادی نور کو نہیں ملی تھی اور وہ سجاتا تھی۔ اسے اور اس جیسے کروڑوں کو آزادی نہیں مل سکی۔"(۹)

اوپر کے اقتباس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں انگریزوں سے تو آزادی مل گئی مگر ہم ابھی تک غلام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری سیاست ابھی تک تنگ نظری کے خول سے نہ نکل سکی۔ ہمارے سیاست دان ملک کی جڑوں کو کھوکھلا رکھنے کی کوششوں میں ہیں اور ہم ابھی تک اس قسم کے مسائل سے نہ نکل سکے۔ بھارت کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس سلسلے میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

"یورپ اور امریکہ سے پڑھ کر آنے والی مہیلائیں اپنے لبرل ازم اور سیکولرازم سے مسلمانوں کی حمایت سے ہاتھ اٹھا لیں۔ وہ ہماری پرم پرا، ہامری سنسکرتی کو ناش کر رہی ہیں۔ ہمیں ٹیپو کی پوتی پڑپوتی سے کیا لینا دینا۔ اسی ٹیپو نے ہمارے مندر توڑے تھے۔ ہماری لکشمی بائی اس لیے شہید ہوئی تھی کہ اس کے مسلمان سپاہیوں نے اس سے غداری کی تھی۔ انگریزوں سے جا ملے تھے۔ یہ جھوٹ سجاتا کو یاد آیا تو اس وقت اسے جھرجھری سی آگئی۔ ہر طرف جھوٹ کی دکان سجی ۔ یہ مسلمان سپاہی تھے جو لڑتے کٹتے ہوئے شہید رانی کو تلاش کو انگریز فوج کے بیچ سے نکال لے گئے تھے۔ رانی کی عزت تھی، وہاس عزت پر آنچ نہ آئے۔ یہ کون لوگ تھے جو اتہاس پر کالک پھیر رہے تھے۔"(۱۰)

مجموعی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ زاہدہ حنا کے افسانوں میں احتجاجی رویے اپنی مکمل تابانیوں سمیت اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔ وہ تہذیب و تاریخ کے سینے سے اپنی کہانیاں کشید کرتی ہیں۔

Annual Methodological Archive Research Review
http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about
Volume 4, Issue 5 (2026)

Online ISSN 3007-3197
Print ISSN 3007-3189

http://amresearchreview.com/index.php/Journal/about

حوالہ جات

۱۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، کتابیات پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲

۲۔ جیلانی کامران، زاہدہ حنا کی افسانہ نگاری، مشمولہ، ادبی جائزے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۳

۳۔ زاہدہ حنا، کم کم بہت آرام سے ہے، مشمولہ، رقص بسمل، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵۶۔۱۵۷

۴۔ ایضاً، ص ۱۵۷۔۱۵۸

۵۔ زاہدہ حنا، جاگے نہیں خواب میں، مشمولہ، مزاحمتی، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۱۳۰۔۱۳۱

۶۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔۱۳۳

۷۔ زاہدہ حنا، تنہائی کا چاہ بابل، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۷

۸۔ ایضاً، ص ۱۲۱

۹۔ زاہدہ حنا، ڈھونڈ پھری چاروں دھام، مشمولہ، رقص بسمل، ص ۱۳۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۳۳